صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 04, Issue 02 (April-June 2025)

کورونا سے بچنے کے لئے روحانی احتیاطی تدابیر کا جائزہ

A STUDY OF SPIRITUAL PRECAUTIONARY MEASURES AGAINST CORONA

Dr. Muhammad Ayaz
Associate Professor Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar.
ayazmuhammad172@gmail.com
Dr.Rafiq Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College Daggar, Buner, KP, Pakistan.
rafiq.daggar@gamil.com
Dr. Sohail Anwar
Lecturer, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan, University, Mardan, KP, Pakistan.
sohail_anwar@awkum.edu.pk

ABSTRACT:

This life is a test throughout. Humans are being tested by ALLAH Almighty by keeping them in state of fear, sickness, wealth & high position, poverty and sometime in damages of crops etc. Disease is one of these tests, which sometimes turns into pandemic and spreads widely. Corona is one of these pandemics, which has badly affected the humanity throughout the world. It may be natural or programmed & designed, used by humans as biological war. Anyhow in both cases it is a test & a chance of promotion for the pious people as well as warning & admonishment for the wrong doers, before big punishment. Proper cure and precautionary measures are inevitable to get rid of Corona & all such pandemics and their impact. The given article discusses the spiritual measures in the light of Islamic teachings. Adoption of these measures can save and protect us from such diseases.

KEYWORDS: *Corona, Spiritual measures, Precautionary measures, Pandemics, Islamic teachings*

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنی معرفت اور بندگی ہی کے لئے پیدا فرمایا اور دنیا کے امتحان گاہ میں اس کو مختصر وقت کے لئے بھیجا۔ اگر یہ اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر زندگی گزارے تو یہ انسان اپنے اصلی مقام جنت میں ہمیشہ کے لئے چلا جائے گا۔ جہاں پر اس کی ہر خواہش اعلیٰ پیمانے پر پوری ہو گی اور اگر اس امتحان میں یہ اپنا مقصد بھول کر ادھر ہی سے خواہشات کی پیروی کرنے لگا تو پھر ایسے جلد باز انسان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا)[i]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے موت وحیات پیدا فرمائے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔

لہٰذا اس زندگی میں انسان کو وقتاً فوقتاً مختلف طرح کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ کہیں فقر یا تونگری، صحت و بیماری، امن یا خوف، خوشگوار یا ناگوار حالات میں اس کو رکھا جاتا ہے۔ دور حاضر میں عالمی سطح پر پھیلنے والی کورونا وائرس کی وبا بھی اسی طرح کی ایک آزمائش ہے بلکہ قرآن کریم اور احایث مبارکہ کی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نیک لوگوں کے لئے خیر اور ترقی درجات کا سبب ہے جبکہ نافرمان اور گناہگار لوگوں کے حق میں یہ محض ایک بیماری نہیں ہے بلکہ وبائی امراض کی صورت میں (چھوٹے) عذاب کی ایک شکل ہے جو خالق کائنات کی ناراضگی کا پتہ دیتی ہے تاکہ ہم توبہ تائب ہو کر اپنے رب کو راضی کریں اور بڑے عذاب سے بچ سکیں۔

پوری دنیا میں اس وقت اس وبائی مرض سے متعلق مختلف قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ایک قدرتی وبا ہے۔ جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (یعنی کسی نے جان بوجھ کر ویکسین تیار کر کے نہیں پھیلائے۔) اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ ایک منظم منصوبے کے تحت تیار کر کے اپنی مطلوبہ مقامات تک پہنچائے گئے ہیں۔ یہاں سے وہ آہستہ آہستہ پوری دنیا میں پھیل گئی۔ گویا اس کی تیاری اور پھیلاؤ میں انسان کی نیت اور محنت کو بھی دخل ہے۔ یعنی یہ manufactured اور programmed ہے۔ بہر حال دینی مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ ہمارے اعمال بد کی شامت ہے۔ پہلی صورت میں تو اس طرح ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

(وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ)[ii]

ترجمہ: تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اعمال کی شامت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت سوں سے درگزر فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گئے اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ (ورنہ) بڑی آفات میں پھنس جاؤ گے۔

(1)فحاشی جس قوم میں علی الاعلان شروع ہو جائے تو ان میں ایسی نت نئی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں۔(2)جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو ان پر قحط، مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جائنگ گا۔(3)اور جب لوگ زکوٰۃ کو روک دیں گے تو ان پر بارش روک دی جائے گی حتیٰ کہ اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر ایک قطرہ بارش کا نہ برستا۔(4)جو لوگ معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان پر غیر قوموں کا تسلط ہوتا ہے جو ان کے مال و متاع کو لوٹ لیں گے (5)اور جہاں اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف احکام جاری ہوں گے۔خانہ جنگی ہو گی۔[iii]

مذکورہ حدیث مبارکہ کی پانچ باتوں میں سب سے پہلی بات موجودہ وبائی مرض سے بالکل میل کھاتی ہے۔اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے طاعون بارے میں پوچھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے جس پر چاہیں نازل فرمائیں (لیکن) اسی کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے رحمت بنادیا ہے۔اگر کسی شخص کے علاقہ میں طاعون کی وبا پھیل جائے اور وہ اپنے علاقہ میں صبر کے ساتھ ثواب کی امید پر ٹھہرا رہے اور اس کا یقین رکھے کہ وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے (پھر تقدیری طور پر وبا میں مبتلا ہو جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے) تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔[iv] بلکہ دیگر ناگوار حالات بھی مکافات عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔جیسا کہ ابن ابی الدنیا کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ زلزلے کیوں آتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح کرنے لگتے ہیں، شرابیں پیتے ہیں اور معازف بجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے۔زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلاڈال۔[v]

چونکہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تا قیامت تمام انسانیت کے لئے آخری اور عالمی رسول بنا کر بھیجا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ)[vi]

ترجمہ: ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور آپ ﷺ عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ)[vii]

ترجمہ: اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

اور آپ ﷺ پر وہ کتاب اتاری جو تمام انسانیت کے لئے زندگی کے ہر موڑ پر رہبری و رہنمائی کرتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ)[viii]

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ تعلیمات موجودہ نازک صورتحال میں ہماری رہبری سے قاصر ہوں۔ آپ ﷺ خود وحی کا اتباع کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

(اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ)[ix]

ترجمہ: میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔

اور ہمیں بھی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نکل کر محبوب الٰہی بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب کا اتباع کرو۔

(قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ)[x]

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

(وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا)[xi]

ترجمہ: اگر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کروگے تو راہ پاؤ گے۔

اور اگر دوسری صورت صحیح ہو کہ کسی ملک والوں نے یہ وائرس بنا کر دیگر ممالک میں پھیلانے کی سعی کی ہے تو یہ بھی ہمارے اعمال کی شامت ہے اس لئے کہ اس کے پیچھے جو اغراض کارفرما ہیں وہ ہیں مال کی محبت، مخالف قوتوں اور بے گناہ انسانیت کی تباہی، اپنی معیشت مضبوط کرکے دنیا میں اپنی اجارہ داری قائم کرنا، اپنی من مانی کا سکہ بٹھانا، وسائل پر قبضہ کرنا اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے انسانی جانوں، مالوں اور عزت و آبرو کو مجروح کرنے سے بھی دریغ نہ کرنا وغیرہ۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ قرآن گواہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ)[xii]

ترجمہ: خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہوا وہ انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

سنت الٰہی یہ چلی آرہی ہے کہ بڑے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے جھٹکے دیتے ہیں تاکہ انسان سنبھل کر سمجھ جائے۔ارشاد خداوندی ہے:

(وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ)[xiii]

ترجمہ: بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب کے سوا چکھائیں گے تاکہ وہ لوٹ آجائیں۔

لہٰذا مذکورہ بالا آیات و احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ وبائی امراض اگر بلا واسطہ (Direct) من جانب اللہ ہے تو بھی اکثریت کے لئے چھوٹا عذاب ہے اور اگر کسی ملک والوں نے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے ایک پروگرام کے تحت بناکر پھیلایا ہے تب بھی اپنے ہاتھوں کی کمائی کے باعث عذاب الٰہی کی ایک شکل ہے جس کا کاسب تو انسان ہے لیکن اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔الغرض موجودہ (وبائی) حالات کو محض بیماری ہرگز نہ سمجھنا بلکہ تنبیہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (چھوٹا) عذاب سمجھنا چاہیئے، تاکہ ہم اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کریں۔لہٰذا تشخیص مرض کے بعد اب علاج کی طرف متوجہ ہونا اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں چند ایک تدابیر پیش خدمت ہیں:

(1) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

(وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)[xiv]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس وقت ان (لوگوں) کو عذاب نہیں دیں گے۔جب تک آپ ﷺ ان میں موجود رہیں گے اور اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے۔

لہٰذا عذاب الٰہی کو ٹالنے کے لئے توبہ و استغفار کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام بھی اپنی قوم کو یہی نسخہ سمجھا رہے ہیں:

(فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۔ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ۔ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا)[xv]

ترجمہ: اے میری قوم اپنے رب سے اپنے گناہ بخشوا۔بے شک وہ بخشنے والے ہیں۔تمہارے اوپر موسلا دھار بارش برسائے گا۔مال اور اولاد نرینہ سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے واسطے باغ اگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں پڑے ہیں جہاں کوئی دروازہ، کھڑکی اور روشن دان تک نہیں ہے۔ باہر سے روشنی اور آکسیجن کا کوئی انتظام نظر نہیں آرہاہے۔ اس تنگ و تاریک قرنطینہ (Quarantine) کی حالت میں بھی وہ اکیلے رب ،اپنے مالک حقیقی کو پکار رہاہے۔ اس کی الوہیت، وحدانیت اور اپنی کمی اور عاجزی کو بیان کر رہاہے:

(فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ)۔[xvi]

ترجمہ: اس نے تاریکیوں میں سے پکارا۔ نہیں ہے کوئی خدا مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے نجات دی اور ہماری تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ. لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ)[xvii]

ترجمہ: اگر حضرت یونس علیہ السلام ان تسبیحات کو نہ پڑھتے تو روز قیامت تک وہ مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ گویا تا قیامت قرنطینہ میں ہوتے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جس سے موجودہ حالات میں بہت تسلی ہوتی ہے۔

(وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ)[xviii]

ترجمہ: اور یوں ہم ایمان والوں کو (بھی) نجات دیتے ہیں۔

اسی طرح صلاۃ الحاجات پڑھنا بھی پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کو کھینچنے کا موثر ذریعہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

(وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ)[xix]

ترجمہ: اور مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعے۔

اور یہ پیغمبر مہربان نبی اکرم ﷺ کا طریقہ بھی تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا پیش آتا تھا تو آپ ﷺ فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے۔[xx]

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ لہٰذا ہم بھی مشکل کی اس گھڑی میں فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل اور صلاۃ حاجات کا اہتمام کریں۔ اسی طرح صدقہ کرنا بھی رد بلا ہے اور بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: صدقہ کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ بلا صدقہ کو نہیں پھلانگ سکتی۔[xxi] نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعے پاک کرو، اپنے بیماروں کا صدقے سے علاج کیا کرو اور مصائب کے موجوں کا دعا سے استقبال کیا کرو۔[xxii]

اسی طرح مساجد کو اعمال سے آباد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرنا وغیرہ بھی آئے ہوئے عذابوں کو ٹالنے کے بہترین اسباب ہیں۔ حدیث قدسی میں آتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنا چاہتا ہوں لیکن وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو اخیر رات میں استغفار پڑھتے ہیں، مساجد کو آباد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کرتا ہوں۔[xxiii]

لہٰذا مساجد سے دوری احتیاط اور علاج نہیں ہے بلکہ ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے مساجد کو مستقل طور پر (مسلسل) آباد رکھا جائے اور بلاوجہ آپس کی نفرتوں اور کدورتوں کو دور کرکے بے تکلف باہمی محبت کی فضا پیدا کرنے کی سعی کی جائے۔

سورہ فاتحہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں ہر مرض سے شفا ہے۔[xxiv]

مذکورہ بالا تمام باطنی اور یقینی تدابیر کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ تمام ظاہری احتیاطی تدابیر کو بھی اختیار کرنا ضروری ہے جو اس لائن کے ماہرین بتاتے ہیں بشرطیکہ اس کا ٹکراؤ اور تصادم شریعت مطہرہ سے نہ آتا ہو اور دین پر چلنے میں مانع نہ ہو۔ ان ظاہری تدابیر کو بھی اس یقین کے ساتھ اختیار کرنا کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول حدیث میں گذرا۔ گویا احتیاطی تدابیر اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کو ہی مؤثر حقیقی اور فاعل حقیقی سمجھا جائے۔ تقدیر پر یقین جما کر تدبیر کو مت چھوڑیں۔ اور تمام ظاہری و باطنی تدابیر اختیار کرنے کے بعد بھی اگر کسی مسلمان کی موت اس بیماری سے واقع ہو جاتی ہے تو وہ شہید کی موت مرا۔ ہمارا ایمان ہے کہ موت تو کسی حال میں ٹلتا نہیں۔ قرآن گواہ ہے:

(فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ)[xxv]

ترجمہ: جب ان کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو ایک لمحہ نہ آگے ہوتا ہے اور نہ پیچھے۔

لیکن اس وبائی مرض میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے والے اس مسلمان کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کو شہادت کی موت نصیب ہوئی حالانکہ اس کو اس مقررہ وقت پر دنیا سے جانا ہی تھا۔ جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے اس میں خیر ہے۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک چیز کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکیم ذات نے اس میں اس بندے کے لئے خیر چھپا کے رکھا ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: مسلمان جب بھی کسی تھکاوٹ، بیماری، فقر اور رنج وملال، تکلیف اور غم سے دوچار ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔[xxvi]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کے بعض ایمان والے بندہ اور ایمان والی بندی پر اللہ تعالی کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں کبھی اس کی جان پر، کبھی اس کی اولاد پر، کبھی اس کے مال پر (وراس کے نتیجے میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔[xxvii]

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کے یہاں ایک شخص کے لئے ایک بلند درجہ مقرر ہوتا ہے (لیکن) وہ اپنے عمل کے ذریعے اس درجہ تک نہیں پہنچ پاتا تو اللہ تعالی اس کو ایسی چیزوں (مثلا بیماریوں پریشانیوں وغیرہ) میں مبتلا کرتے رہتے ہیں جو اسے ناگوار ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ ان ناگواریوں کے ذریعے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔[xxviii]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں اللہ تعالی جب کسی بندہ کو جسمانی بیماری میں مبتلا کرتے ہیں تو اللہ تعالی فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس بندے کے وہی سب نیک اعمال لکھتے رہو جو یہ (تندرستی کی کے زمانے) میں کیا کرتا تھا پھر اگر اس کو شفادیتے ہیں تو اسے (گناہوں سے) دھو کر پاک صاف فرمادیتے ہیں۔ اور اگر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں تو اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اس پر رحم فرماتے ہیں۔[xxix]

لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ انسانوں کی اکثریت اس وقت صرف ظاہری تدابیر میں (کسی حد تک) مشغول نظر آتی ہے، باطنی تدابیر کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ اگر وقتی طور پر جائے بھی تو جمتا نہیں۔ یہی دل کا اندھا پن ہے کہ اس وبا کو محض مرض سمجھتے ہیں، عذاب الٰہی کی ایک شکل نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ اپنی عقل کے مطابق ظاہری تدبیروں میں جان کھپار ہے ہیں اور جس خالق و مالک کے قبضے میں سارے اشیاء اور حالات ہیں، اس کے نازل کردہ علاج اور دوائی پر کان نہیں دھرتے۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور آسمانی علوم سے ہٹ کر جب بھی انسانیت نے محض اپنے محدود عقل کی بنیاد پر درپیش مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ (بقول ان کے) حالات کا مقابلہ کرنے اور انہیں شکست دینے کا نعرہ لگایا ہے تو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو آواز دیتے ہیں کہ حالات سے نمٹنے کے لئے خدائی ضابطے پر آجاؤ، اللہ تعالی سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور مطیع لوگوں میں شامل ہو کر کشتی میں سوار ہو جاؤ لیکن اس نے ظاہری تدبیر کو ترجیح دی کہ میں پہاڑ کی چوٹی

پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔ قرآن کریم گواہ ہے کہ نافرمان بیٹا پہاڑ کی چوٹی پر بھی نہ بچ سکا جبکہ فرمانبردار پانی کے اوپر اوپر آرام سے چل رہا۔ قرآن میں آتا ہے:

(وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ۔قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔)[xxx]

ترجمہ: اور نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے پر تھا، پکار کر کہا کہ اے میرے پیارے بچے ہمارے ساتھ تو سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ تعالیٰ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوا۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

اس کا خیال تھا کہ کسی بڑے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر میں پناہ حاصل کر لوں گا۔ وہاں پانی کیونکر پہنچ سکے گا؟ یہ تدبیر اس نے خام خیالی کی وجہ سے اختیار کی جس کی بناء پر وہ اس پانی کو سیلاب تو سمجھتا تھا لیکن عذاب نہیں سمجھتا تھا۔

قوم ثمود نے بھی آفات سے بچنے کے لئے آسمانی علوم سے ہٹ کر محض اپنی عقلی اختراع کو اختیار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ ماضی میں قوم نوح پانی کی وجہ سے غرق ہوئی جبکہ ابھی ابھی گزرنے والی قوم عاد کو ہوا نے ہلاک کیا۔ اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے بڑے طاقتور تھے لیکن عقل کے اعتبار سے () کچھ بھی نہیں تھے۔ ان کے پاس قدرتی آفات کا مقابلہ کرنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ لہٰذا ہم عقل مند اور ہنر مند پہاڑوں میں ایسے گھر بنائیں گے جو ایئر پروف بھی ہوں گے اور واٹر پروف بھی۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

(وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ)[xxxi]

ترجمہ: یہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے، بے خوف ہو کر۔ آخر انہیں بھی صبح ہوتے ہی چنگھاڑ نے آدبوچا۔ پس ان کی تدبیر و عمل نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

نیز قرآن کریم ان کے اس خیال کو اندھے پن سے تعبیر کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى)[xxxii]

انہوں (قوم ثمود) نے ہدایت کے مقابلے میں اندھے پن کو ترجیح دی۔

اور ان کے انجام بد سے آنے والی انسانیت کو یہ کھلا پیغام دیا کہ وہ الہٰی تعلیمات کی روشنی میں اپنے فکر و سوچ اور عمل کو درست کریں۔اس لئے کہ گزشتہ اقوام کی ہلاکت کا سبب نہ ہوا تھی نہ پانی بلکہ انسانوں کی نافرمانی تھی اور یہ فرمادیا کہ زمین و آسمان کے تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں، جسے چاہیں استعمال کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)[xxxiii]

ترجمہ:اور آسمانوں اور زمین کے (کل) لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔

نیز یہ بھی ارشاد ہے:

(وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ)[xxxiv]

ترجمہ: تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسان جب وحی والے علوم سے ہٹ کر، نبوی تعلیمات کو چھوڑ کر محض اپنی عقل کے بل بوتے پر سوچتا ہے تو اس کی سوچ ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ قوم ثمود (کی اکثریت) نے سوچا حالانکہ یہی دل کا اندھا پن ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ)[xxxv]

ترجمہ:کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کو سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے،بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل کے اندھے ہو جاتے ہیں۔

پس حاصل یہ ہوا کہ کرونا کو محض ایک بیماری نہ سمجھا جائے بلکہ اپنے گناہوں کی بدولت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک مظہر سمجھے۔موجودہ وبائی حالات کو سنجیدگی کے ساتھ لیتے ہوئے مذکورہ بالا تمام باطنی اور روحانی تدابیر اختیار کرنے کا اہتمام کریں اور انہی کی روشنی میں تمام ظاہری تدابیر کو بھی اختیار کرکے ان کا نتیجہ خالق کائنات پر چھوڑیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ مصیبت اور تکلیف جو بندے کو اپنے خالق کی طرف متوجہ کریں،اسی سے جوڑے ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے جو انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔حالات تو اللہ تعالیٰ لاتے اس لئے ہیں کہ بندہ اپنا قبلہ درست کرے اور اپنے رب کے سامنے گڑگڑائے۔

ارشاد خداوندی ہے:

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۔ فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) [xxxvi]

ترجمہ: اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے گزر چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ اظہار عجز کر سکیں۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تو انہوں نے عاجزی کیوں اختیار نہیں کی؟ لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھی وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالی کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

الغرض اصل مسئلہ بیماری سے صحت یابی کا نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ وبائی حالات میں دل کا رخ اللہ تعالی کی طرف پھرا یا نہیں؟ بندہ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوا یا غافل ہی رہا۔ اس لیے کہ اگر غفلت میں صحت مل بھی گئی اور اللہ تعالی وسائل و اسباب کے دروازے کھولے تو اس میں بندے کے لئے خیر ہر گز نہیں بلکہ پکڑ ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بیماری اور تکلیف میں مبتلا انسان بے صبری سے کام نہ لے اللہ تعالی ہی کی طرف سے دھیان جمائے رکھے۔ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ مستحبات کا اجر خود بخود ملتا رہے گا۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالی لوگوں سے محبت فرماتے ہیں تو ان کو (مصیبتوں میں ڈال کر) آزماتے ہیں چنانچہ جو صبر کرتا ہے اس کے لیے صبر (کا اجر) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو بے صبری کرتا ہے تو اس کے لئے بے صبری لکھ دی جاتی ہے۔ [xxxvii]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ بیماری کی وجہ سے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو کر گڑ گڑاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو بیماری سے اس حال میں شفا عطا فرمائیں گے کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو گا۔ [xxxviii]

[i] الملک:2

[ii] الشوریٰ:30

[iii] رواہ ابن ماجۃ فی الفتن، رقم الحدیث:۴۰۹۱

[iv] رواہ البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم:3474

[v] مستدرک حاکم:8575 صحیح علی شرط مسلم

[vi] السبا:28

[vii] الانبیاء:107

[viii] البقرہ:185

[ix] الانعام:50، یونس:15

[x] آل عمران:31

[xi] النور:54

[xii] الروم:41

[xiii] السجدہ:21

[xiv] الانفال:33

[xv] نوح:10۔12

[xvi] الانبیاء:87

[xvii] الصٰفٰت:143-144

[xviii] الانبیاء:88

[xix] البقرہ:45

[xx] رواہ ابو داوٗد، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، رقم:1319

[xxi] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الزکاۃ، جزء:1، جلد:1، صفحہ:359، حدیث:1887

[xxii] ابو داوٗد، کتاب المراسیل، باب الزکاۃ، حدیث 105

[xxiii] البیھقی، شعب الایمان، 3/1118، اخرجہ ابن عدی فی "الکامل فی القضاء"، 4/61۔

[xxiv] رواہ الدارمی، سنن دارمی، باب فضل فاتحۃ الکتاب، حدیث 3691

[xxv] الاعراف:34، یونس:49اور النحل:61

[xxvi] صحیح بخاری، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، رقم 5641

[xxvii] جامع ترمذی وقال ھٰذا حدیث حسن صحیح، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء رقم:2399

[xxviii] ابو یعلی ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد 3/13

[xxix] رواہ ابو یعلی ومسند احمد ورجالہ ثقات مجمع الزوائد 3/33

[xxx] ھود:43۔44

[xxxi] الحجر:82۔84

[xxxii] فصلت:17

[xxxiii] فتح:7

[xxxiv] المدثر:31

[xxxv] الحج:46

[xxxvi] الانعام:42۔45

[xxxvii] مسند احمد ورجالہ ثقات مجمع الزوائد،3/11

[xxxviii] رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات مجمع الزوائد 3/31